پیامِ قرآن کی پیشکش

کیا امام بخاری نے نبی پاک ﷺ کو BIPOLAR DISORDER کا مریض قرار دیا؟

(صحیح بخاری کی ایک روایت پر کیے جانے والے اعتراض کا تجزیہ)

محمد شعیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے کتاب التعبیر میں ابن شہاب زہری کی طویل روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مندرجہ ذیل حصے پر ایک صاحب (مضمون میں انہیں "معترض صاحب" کے نام سے یاد کیا جائے گا) نے اعتراض کیا ہے:

۔۔۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد اس (ورقہ بن نوفل) کا انتقال ہو گیا اور وحی کی آمد رک گئی، یہاں تک کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان واقعات سے جو ہم کو معلوم ہوئے اس قدر غمگین ہوئے کہ متعدد بار بلند چوٹی پر سے اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کر دینا چاہا، جب بھی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے کہ اپنے آپ کو گرا دیں تو جبرائیل ظاہر ہوئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اس سے آپ کا جوش سرد پڑ جاتا اور طبیعت کو سکون ملتا اور واپس تشریف لے آتے، جب وحی کا سلسلہ دیر تک منقطع رہا تو پھر اسی طرح نکلے، جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو جبرائیل سامنے آئے اور اسی طرح کہا۔

صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر ۱۹۰۸ حدیث مرفوع مکررات ۲۴ متفق علیہ ۲۲

معترض صاحب کے مطابق اس روایت سے نبی پاک ﷺ ذہنی و نفسیاتی عدم توازن یا (Bipolar disorder) کے مریض ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

"رھتی کسر خود کشی والی حدیث نے پوری کر دی ،، جس میں بتایا گیا ھے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے جاتے تھے،جبرائیل سامنے آ جاتے اور حضور ﷺ کو باتوں میں الجھا لیتے یوں آپ ﷺ کا دھیان وقتی طور پر خود کشی سے ھٹ جاتا ،،

یہ Bipolar Disorder کا سیدھا سیدھا الزام ھے ،، اگر کوئی شخص بائ پولر ڈس آرڈر کا مریض ثابت ھو جاتا ھے تو وہ کسی صورت نبی یا رسول نہیں مانا جا سکتا کیونکہ اس کیفیت میں دوسری شخصیت کا نظر آنا اور اس کا باتیں کرنا بائی پولر ڈس آرڈر بیماری کی نارمل نشانیوں میں سے ھے ،، یوں جبرائیل ایک وھمی اور خیالی شخصیت یا ایک بیمار شخصیت کا تخیل قرار پاتے ھیں ،،

یہ ھے وہ مخمصہ جس میں سوال اٹھانے والوں نے ھمارے نوجوانوں کو گھیر رکھا ھے ، اور اور ھمارے نوجوان واقعتاً ایک ایمانی کرائسس کا سامنا کر رھے ھیں ،، یہ وہ انگارہ ھے جو ان کے دل و دماغ پہ رکھا ھوا ھے۔"

اصل میں مسئلہ اپروچ کا ہے۔ ایک صاحبِ علم الجھن میں مبتلا نوجوانوں کو مثبت طریقے سے بھی مطمئن کر سکتا ہے اور منفی ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ مثبت طریقے کی مثال ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی ہے کہ انہوں نے اسپر نگر کے اس الزام کو کہ نبی پاک ﷺ نعوذ باللہ مرگی کے مریض تھے، کا ایسا شافی جواب دیا ہے کہ عام شخص ان تمام شبہات سے بچ نکلتا ہے جس میں اسپر نگر تحقیق کے نام پر مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ اور منفی طریقہ وہ ہے جو ہندوستان میں ایک مخصوص طبقہ استعمال کرتا رہا ہے کہ حدیثوں پر برس پڑو، راویوں کو گالیاں دو، محدثین کو مجوسی ایجنٹ قرار دو اور پھر قرآن کی بے سرو عقلی تفسیر و تشریح کر دو جس سے جبرائیل بھی حیران و پریشان رہ جائے۔ منفی اپروچ کے نتائج بھی منفی نکلتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا مؤخر الذکر طبقے کے درجنوں نوجوان میری نظروں کے سامنے ملحد ہو گئے ہیں۔ کیونکہ حدیثوں پر تنقید کی آڑھ میں

تشکیک کے جو بیج ان کے دلوں میں بوئے گئے تھے۔ آخر ایک دن اس کی زد میں قرآن بھی آ گیا۔ اور بالفرض اگر ملحد نہیں بھی ہوئے تو بھی اسلام سے ان کا تعلق برائے نام ہی رہ گیا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ہر چیز سے جان چھوٹ گئی اور اس پر بھی یہ گھمنڈ کے مسلمان تو صرف ہم ہی ہیں۔ باقی سب مسلمان تو مشرک و مجوسی ہیں۔

جس روایت کو معترض صاحب نے حدفِ تنقید بنایا ہے اگر اس کا انکار بھی کر دیا جائے جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی صاحب نے سیرت النبی ﷺ کی جلد اول میں کیا ہے تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اگر ہم تھوڑا ٹھنڈے دماغ سے اس روایت پر غور کریں تو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر انگلیاں اٹھانے والے بہت مستشرقین کے اعتراضات کا ازالہ اس روایت کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ اب روایت اور معترض صاحب (اور دیگر دوسرے لوگوں) کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱) نبی کریم ﷺ کا خودکشی کا ارادہ کرنا:

سب سے پہلے ہم اس چیز کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا نبی پاک ﷺ کا خود کو پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا کیا بائی پولر ڈس آرڈر کی بیماری کے زیرِ اثر تھا؟

یہ درست ہے کہ اس بیماری کے مریض خودکشی کے بارے میں سوچتے ہیں اور بعض اوقات اس پر عمل کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی تمام تر وجوہات داخلی و نفسیاتی عوامل پر مبنی ہوتی ہیں۔ دراصل اس ڈس آرڈر میں مریض دو قسم کی کیفیات سے گزرتا رہتا ہے۔ ایک کو ڈپریشن اور دوسری کو مینیا کہتے ہیں۔ مینیا کے زیرِ اثر مریض خود کو بہت زیادہ طاقت ور، حد سے زیادہ خوش اور ایک عظیم ہستی محسوس کرتا ہے جبکہ ڈپریشن کی صورت میں وہ خود کو ایک ناکارہ اور کم تر انسان سمجھ کر خوا مخواہ اداس ہو جاتا ہے۔ یہ افسردگی سراسر داخلی وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے۔ اور انہی کے زیرِ اثر مریض خود کو ختم کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ دنیا میں بہت سارے لوگ خودکشی کر لیتے ہیں کچھ لوگ محبت میں دھوکہ کھانے

کے بعد اور کچھ معاشی دباؤ کے زیرِ اثر، مگر ڈپریشن کا مریض بہت زیادہ مال دار، فارغ البال اور کامیاب ہونے کے باوجود بھی صرف نفسیاتی عوامل کی وجہ سے خودکشی کر لیتا ہے۔

نبی پاک ﷺ کا خود کو پہاڑی پر سے گرانے کا ارادہ کرنا کسی نفسیاتی عارضے کی بنا پر نہ تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> "اور پھر یوں ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر سکون ہو کر غارِ حرا کے تجربہ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے جو آپ ﷺ کے لیے خوشی اور راحت بن چکا تھا۔ آپؐ پھر اسی تجربہ سے گزرنا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ کو حضرت جبرئیلؑ کی آمد کا انتظار رہنے لگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ آپؐ کا اشتیاق بڑھا اور پھر آپؐ کو تشویش ہونے لگی۔ انتظار میں تین سال کا ایک لمبا عرصہ گزر گیا تو آپؐ نے قدرے بے اطمینانی محسوس کی۔ مزید یہ کہ آپؐ کے مخالفین نے طعنے دینا اور طنز کرنا شروع کر دی۔ آپؐ کے چچا ابولہب کی بوڑھی بیوی آپ سے سخت نفرت کرتی تھی۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ "تمہارے شیطان (نعوذ باللہ) نے تمہیں چھوڑ دیا ہے اور وہ تم سے ناراض ہے۔"
>
> (محمد رسول اللہ ﷺ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

یعنی وحی کے انقطاع کے بعد نبی پاک ﷺ کا جذب و شوق، وحی کے نہ آنے کی تشویش اور کفار کے طعن و تشنیع یہ سب وہ عوامل تھے جو نبی کریم ﷺ کو اس عمل پر مجبور کرتے تھے۔ جب وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا تو نبی پاک ﷺ نے پھر کبھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ آپؐ نے خودکشی کو حرام قرار دیا۔ بائی پولر ڈس آرڈر کے شکار شخص میں بیماری کی علامات عنفوانِ شباب میں ہی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد تو اس بیماری میں مبتلا ہونے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ روایات گواہ ہیں کہ نبی پاک ﷺ جوانی میں اس طرح کی صورتحال کا شکار نہیں تھے اور پھر وحی کا سلسلہ تو شروع ہی چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ آخر کس بنیاد پر نبی پاک ﷺ پر اس بیماری میں مبتلا ہونے کا الزام لگایا جا سکتا ہے؟ اس کے علاوہ یہ روایت ان مستشرقین کے منہ پر بھی طمانچہ ہے جو کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے قرآن کو

خود سے گھڑا ہے۔ اگر آپؐ قرآن کو خود سے لکھتے ہوتے تو آپ کو کیا مسئلہ تھا کہ ایک دو آیتیں لکھ کر ان لوگوں کے ہاتھ میں تھما دیتے جو فترتِ وحی کے زمانے میں آپ کو ذہنی تکلیف پہنچا رہے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

اس فترت کا اثر حضور ﷺ پر بہت تھا۔ بعض وقت شدتِ حزن سے پہاڑ پر چڑھ کر اپنے کو ہلاک کر لینے کا ارادہ کر لیتے، مگر ایسے وقت میں جبریلؑ سامنے آکر کہتے تھے: **انک لرسول اللّٰہ حقا**، یہ سن کر وہ کیفیت شدت حزن کی جاتی رہتی۔ متعدد بار ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ہر بار جبریلؑ آکر کہتے انک لرسول اللّٰہ حقا، اس کو لوگوں نے یوں کہا کہ اگر آپ کو نبوت کا یقین تھا تو پھر خودکشی کا ارادہ کیوں فرماتے تھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تردد تھا۔ مگر یہ غلط ہے کوئی لفظ دال علی التردد نہیں، بلکہ اس کے برعکس یقین پر دال ہے۔ حدیث میں حزن کا لفظ ہے اور حزن کہتے ہیں غم کو، تو آپ کو اس کا غم تھا کہ جو نعمت ایک بار حاصل ہو چکی تھی، اس کا اعادہ نہ ہو رہا تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا محبوب چھوٹ جائے تو قدرۃً اسے حزن ہوگا۔ اسی طرح یہاں ہے کہ انتہائی اشتیاق تھا، اس میں ہلاک کر ڈالنے کا خیال ہوتا تھا۔ یہ تو کمال تیقن کی دلیل ہے۔

......اس سے تردد کب ثابت ہوا؟ روع، خوف، اضطراب، لرزہ وغیرہ کا پایا جانا منافی یقین نہیں۔ (درس بخاری، از مولانا شبیر احمد عثمانی ۶۳)

ویسے بھی مایوسی اور رنج میں انسان اپنے نفس کو تکلیف ڈالنے کی بابت سوچنے لگ جاتا ہے۔ اسے کسی نفسیاتی عارضے سے جوڑنا بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿الکھف: ٦﴾

(اے پیغمبر) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم کے ان پیچھے رنج کر کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔

امام راغب فرماتے ہیں:

البَخْعُ: قتل النفس غمّا (بخع کا مطلب ہے غم و رنج کے مارے خود کو ہلاک کر لینا۔)(مفردات القرآن)

٢) حضرت جبرئیلؑ کا تسلی دینے کے لیے آنا:

معترض صاحب نے روایت کی تنقیص کرنے اور اس کی قدر گھٹانے کے لیے اصل الفاظ کی جگہ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں:

> "جبرائیل سامنے آ جاتے اور حضور ﷺ کو باتوں میں الجھا لیتے یوں آپ ﷺ کا دھیان وقتی طور پر خودکشی سے ھٹ جاتا۔"

حالانکہ جبرئیل علیہ السلام آپؐ کو باتوں میں الجھانے کے لیے نہیں آتے تھے بلکہ آپ کو تسلی دینے کے لیے آتے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> "اس آخری دور کے متعلق امام بخاری وغیرہ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ انتظار کی شدت اور ناکامی پر رنج کا آنحضرت ﷺ پر ایسا اثر ہو گیا تھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے کو گرا کر جاں دینے کو جی چاہتا تھا۔ ایسے وفورِ بے خودی کے وقت پھر آپ ﷺ کی دینوی آنکھوں پر پردہ چھا گیا اور چشمہائے بصیرت وا

ہو گئیں۔ اور آپ کو جبرئیل ؑ بھی نظر آ گئے۔ اور کہا کہ تم خدا کے سچے رسول ہو۔ اس پر آپؐ کا اطمینان ہو گیا۔

(رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

تخیلاتی شخصیات کا نظر آنا بائی پالرڈس آرڈر کی عام علامت نہیں ہے۔ بلکہ یہ شیزوفرینیا کے مرض کی علامت ہے۔ مگر روایات سے ثابت ہے کہ جبرئیل ؑ "ایک بیمار شخصیت کا تخیل" ہرگز نہیں تھے کیونکہ اسی بخاری شریف میں ایک روایت ہے جو حدیثِ جبرئیل ؑ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس میں یہی حضرت جبرئیل ؑ بہت سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔ یہ صرف معترض صاحب کی ذہنی اپچ ہے جو انہیں اس روایت سے غلط نتائج نکالنے پر موجود کر رہی ہے، اور گمان یہی ہے (ہو سکتا ہے غلط ہو) کہ معترض صاحب نے کہیں سے یہ اعتراض پڑھا اور اس کو نقل کر دیا کیونکہ جناب ماضی میں حبیب الرحمن کاندھلوی صاحب کی کتاب سے درجنوں اقتباسات اپنے نام سے منسوب کر کے نشر کر چکے ہیں۔

اس روایت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ان مستشرقین کی خیال آرائیوں کو غلط ثابت کرتی ہے جن کے مطابق وحی کوئی خارجی چیز نہیں ہے بلکہ جب نبی کریم ﷺ اپنی قوم کی اصلاح کے سلسلے میں پریشان رہنے لگے تو عیسائی اور یہودی اثرات کے زیرِ اثر آپ خود کو پیغمبر سمجھنا شروع ہو گئے اور اپنے دل و دماغ میں آنے والے خیالات کو وحی سمجھنا شروع کر دیا۔ یہ روایت واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ وحی کا منبہ و ذریعہ مکمل طور پر خارجی تھا اور آپ اسے ہرگز کسی نفسیاتی یا ذہنی رجحان کے زیرِ اثر تخلیق نہیں کرتے تھے۔ جناب مُہر علی صاحب کے مطابق:

(v) That what the Prophet received was something extraneous to him. It was a distinct text received from an external source, and not the result of his own contemplation and thinking. The experinece at Ḥirâ' was also no psychological phenomenon for him.

کئی بار یہ اعتراض بھی اٹھایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک بار جبرئیلؑ کی طرف سے تسلی دینے اور نبوت کی تصدیق کر دینے کے بعد تشفی نہیں کیوں نہیں ہوتی تھی۔ اور وہ بار بار خودکشی کا ارادہ کیوں کر لیتے تھے؟

اس کی وجہ بھی نبی کریم ﷺ کا وفورِ شوق اور انقطاعِ وحی کی وجہ سے پیدا ہونے والا اضطراب تھا اور اس کی تب تک تشفی نہیں ہو سکتی تھی جب تک آپؐ دوبارہ وحیٔ الٰہی کی نعمت سے سرفراز نہ ہو جاتے اور یہ چیز انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن پاک میں نبی پاک ﷺ کو کئی بار کافروں کے ایمان نہ لانے پر پریشان ہونے اور خود کو تکلیف میں مبتلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ تو کیا اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ اللہ پاک کی نافرمانی کر رہے تھے۔ کیوں پہلی بار منع کرنے پر اپنی روش تبدیل نہ کی؟ مثلاً:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿الکھف: ٦﴾

(اے پیغمبر) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم کے ان پیچھے رنج کر کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿الشعراء: ٣﴾

(اے پیغمبر ﷺ) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿فاطر: ٨﴾

تو ان لوگوں پر افسوس کرتے کرتے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے واقف ہے۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں:

حثّ على ترك التأسف ((ان آیات میں) آپ ﷺ کو رنج و تاسف ترک کر دینے کی ترغیب دی گئی ہے)(مفردات القرآن)

تو اللہ پاک کی طرف سے رسول پاک ﷺ کو کافروں کے ایمان نہ لانے کی روش پر رنج و غم ترک کر دینے کی بار بار ترغیب کے باوجود آپؐ مسلسل اس غم میں گھلتے رہے کیونکہ آپؐ رحمت للعالمین تھے۔ لوگوں کو آگ کا ایندھن بنتا

آپؐ نہیں دیکھ سکتے تھے چاہے وہ آپؐ کے سخت مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔

۳) نوجوانوں کا ایمانی کرائسس:

محترم معترض صاحب کو صحیح بخاری کی روایات نوجوانوں کو ایمانی کرائسس میں مبتلا کرتی نظر آتی ہیں، مگر پتا نہیں جناب کو ہم جیسے نوجوانوں سے کیوں نفرت ہے جو ان روایات کی وجہ سے کسی ایمانی کرائسس کا شکار نہیں ہوئے۔ درجنوں لوگ ہیں جو سوال اٹھانے والوں کو مسکت جواب سے نواز رہے ہیں۔ ویسے نوجوانوں کے ایمان کو احادیث سے کوئی خطرہ ہو نہ ہو، جدت پسندوں کی لایعنی تفسیروں سے ضرور خطرہ ہے۔ پڑھیے سرسید صاحب کیا فرماتے ہیں کہ وحی کیسے نازل ہوتی تھی، یہ ساری علامات بھی بائی پولر ڈس آرڈر اور شیزوفرینیا کی ہیں جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ سرسید صاحب وحی کی یہ تعبیر بیان کرنے سے پہلے امام رازیؒ کا مذاق بھی اڑاتے ہیں کہ ان کے روایتی موقف پر آج دنیا ہنستی ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:

"خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے۔ جس میں خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے لیے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے۔ اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلواتا' بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے: ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

کیا خیال ہے یہ جو کچھ سرسید صاحب نے بیان کیا یہ کسی ڈس آرڈر کا شاخسانہ تو نہیں ہے نا؟ کیونکہ سید صاحب تو عقلیت پسندوں کے امام ہیں۔ ان عقلیت پسندوں کے جو آج کل نوجوانوں کو ایمانی کرائسس سے نکالنے کے لیے دن رات محنت

کر رہے ہیں۔ حدیثوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ اعتراضات نکال رہے ہیں جن پر شاید ان نوجوانوں سے سوال کرنے والوں کی بھی کبھی نظر نہ پڑی ہو۔ اگلی چند سطریں تو اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہیں۔ سید صاحب فرماتے ہیں (بحوالہ: تفسیر قرآن سر سید احمد خان):

> کان ہوتا ہے جو خدا کے لیے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے۔ اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلواتا' بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے: ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ ہزاروں شخص ہیں جنھوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلا مجنوں ہے اور دوسرا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنوں بتاتے تھے۔" (ایضاً - ص:۲۵)

یعنی جبرئیل کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ نبی کے اندر نبوت کی جو قدرتی صلاحیت (ملکہ) ہوتی ہے۔ اسی کے زیر اثر پیغمبر کے دل سے ہی وحی نکلتی ہے اور فوارے کی طرح اچھل کر واپس آجاتی ہے۔ پیغمبر خود ہی بولتا ہے خود ہی سنتا ہے۔ تنہائی میں کسی کو اپنے پاس کھڑا دیکھتا ہے۔ اور پھر مثال بھی مجنونوں کی دے دی۔ یہ وہی سر سید صاحب ہیں جن کے علمی جانشین علمی جانشین اور معنوی وارث آج بھی مولوی کو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں کہ اس نے قوم کو جنوں پریوں کی کہانیوں میں کی کہانیوں میں الجھا دیا۔ کیا ہم سر سید صاحب سے سوال نہیں کر سکتے کہ جناب جب پیغمبر میں جب ساری علامتیں علامتیں مجذوبوں والی ہوتی تھیں تو کافر ان کو مجذوب سمجھ کر کیا غلط کرتے تھے؟ سید صاحب کے بعد والے جدت پسند بھی نزولِ وحی کی تقریباً اسی طرح کی تشریح کر کے نوجوانوں کے دل و دماغ پر رکھے ہوئے انگاروں کو ٹھنڈا کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ امام بخاری کو بھی لتاڑتے رہتے ہیں جن کی بیان کردہ روایتوں نے نوجوانوں کے ایمان کو کرائسز میں مبتلا کر دیا ہے۔ بیچارے جدید دنیا کے سوالوں سے شرمندہ ہیں اور منہ چھپائے گھومتے ہیں۔ یہ تو بھلا ہو ہندوستانی جدت پسند مفسروں کا جنہوں نے عین عقل کے مطابق قرآن کی تفسیر کر دی۔ اگر عقل فری سیکس کو مانتی ہے تو اسے بھی قرآن سے

بر آمد کر لیا گیا۔ اگر جدید ذہن ہم جنس پرستی کا جواز چاہتا ہے تو یہ بھی قرآن میں سے ہی فراہم کر دیا جاتا ہے۔ سر سید صاحب کی تفسیر تو صرف ایک نمونہ ہے۔ احادیث کو ٹھکانے لگانے کے بعد نوجوانوں کے ایمان کو کرائسسز سے بچانے کے نام پر وہ وہ نظریات ایجاد کیے جا رہے ہیں اور کتاب اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کھلواڑ کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ کوئی قرآنی آیت ایسی نہیں رہ گئی جیسے متنازعہ نہ بنا دیا ہو۔ اور کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہے جس میں درجنوں ابہام نہ پیدا کر دیے گئے ہوں۔ نبوت تک کو ایک سرکاری عہدہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ جو اسلامی سلطنت کا حکمران ہوتا ہے وہی نبی ہوتا ہے۔ دیکھیں کیا فرمایا جا رہا ہے:

"جس انسان پر احکام الٰہی کا نزول ہوتا ہے وہ قرآن کی اصطلاح میں "الرسول" کہلاتا ہے اور جب کوئی شخص اسی پیغام کو آگے پہنچاتا ہے تو وہ صرف "رسول" ہوتا ہے، اور ہر زمانے میں اور ہر جگہ اور ہر قوم میں اسی کی زبان میں رسول موجود ہوتا ہے۔ جب رسول کو اتنی قوت مل جاتی ہے کہ ایک نظام کی تشکیل دے یعنی مملکت خداداد کا قیام عمل میں آ جائے تو اس مملکت کے حکمران کو نبی کا درجہ ملتا ہے۔"

"آپ قرآن میں دیکھیں گے کہ ختم کا لفظ علیٰ کے صلہ کے ساتھ مہر لگانے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اگر خاتم علی النبیین ہوتا تو نبیوں پر مہر لگانے کا تصور آ سکتا تھا جبکہ اس آیت میں خاتم النبیین آیا ہے جو مرکب اضافی ہے اور جس کے معنی ہونگے "نبیوں کی مہر"۔ ہمیں قرآن کے علاوہ جو کچھ بھی ملا ہے وہ ایرانی روایتوں کا شاخسانہ ہے۔"

"انبیاء ہر زمانے میں موجود رہیں گے اور یہ کہ نبی کا مقام و درجہ یہ ہے کہ اس سے نہ صرف لڑائی کی جاتی ہے بلکہ اس کے پاس پورا عدل کا نظام بھی موجود ہے اور ان افراد سے بھی لڑائی کی جا رہی ہے جو نظام عدل قائم کر رہے ہیں۔ دیکھیئے اگر کوئی قوم یا مذہب کسی بات میں

فخر محسوس کر رہی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم بھی وہی دعویٰ کر بیٹھیں۔یہی حال رسالتمآب کے آخری نبی ہونے کے عقیدے سے متعلّق ہے۔"

"سب سے پہلے تو یہ سوچیں کہ آخری نبی ہونے میں کیا خوبی ہے۔اگر دوسری اقوام نے آنے والے انبیاء کو نہ ماننے کا جواز پیدا کرنے کے لیے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے تو ہم بھی ان کی نقالی کرتے ہوئے رسالتمآب کو آخری بنا دیں۔"

"دوسری بات اللہ اپنی سنّت نہیں بدلتا۔۔۔۔۔۔ پھر اس سنت کو کیوں تبدیل کیا گیا۔ یہ انسانیت کے ساتھ کتنی زیادتی ہو گی کہ آنے والی اقوام کو بے سروسامانی میں، بغیر نبی کے ہی چھوڑ دیا جائے۔"

"اس آیت میں ایک لفظ خَاتَم آیا ہے جس کا مفہوم آخری لیا جاتا ہے۔حالانکہ خَاتَم کے معنی میں آخری کا مفہوم نہیں ملتا۔آپ نے خود دیکھا کہ قوسین کے بغیر یہ مفہوم ممکن ہی نہیں۔اسی لیے قوسین ڈال کر مفہوم کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔دوسری بات کہ ہم رسول اللہ کو آخری نبی مان کر ان کی کس خوبی میں اضافہ کر تے ہیں؟ کسی بھی رسول کا آخری ہونا اس کی شان میں کیا اضافہ کرتا ہے؟"

یہ سب کسی قادیانی کے اقوال نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسے صاحب کے اقوال ہیں جو نوجوانوں کو ایمانی کرائسس سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جنہوں نے اپنے کیریئر کی ابتداء "حقیقت حدیث" نامی کتابچے سے کی تھی۔ ظاہر ہے حدیث کا پتھر راستے سے نہ ہٹایا جاتا تو اپنے من گھڑت نظریات کیسے نوجوانوں کے دماغوں میں ٹھونسے جاتے؟ انہی جیسے لوگوں کے ہاتھ معترض صاحب مسلسل مضبوط کر رہے ہیں۔ اور لا علم لوگ ان کی چرب زبانی اور چکنی چپڑی باتوں سے متاثر بھی ہو رہے ہیں۔ معترض صاحب بھی حدیث دشمنی میں ایک دن یہاں تک پہنچ گئے

تھے کہ اپنی فیس بک وال پر غلام احمد پرویز صاحب کے بدنامِ زمانہ میگزین "طلوعِ اسلام" میں سے حدیث دشمنی پر مبنی لٹریچر بھی پوسٹ کردیا تھا۔ جو بعد میں کسی کے توجہ دلانے پر ہٹا دیا۔

حرفِ آخر

غرض معترض صاحب کا یہ کہنا کہ اس روایت سے نعوذباللہ نبی پاک ﷺ ذہنی بیمار ثابت ہوتے ہیں، اور ان کی نبوت میں شک پیدا ہوتا ہے ایک بالکل بے بنیاد بات ہے۔ یہ اعتراض ان کے اس پراپیگنڈے کا حصہ ہے جو انہوں نے احادیث کے خلاف شروع کررکھا ہے۔ جبکہ حقیقت میں اس روایت سے تو مستشرقین کے بہت سے اعتراضات کا صفایا ہوجاتا ہے۔

آخر میں جاتے جاتے معترض صاحب کے ذمہ ایک کام لگاتا ہوں نفسیات سے متعلق ایک ویب سائٹ پر بائی پالرڈس آرڈر کی علامات میں ایک یہ علامت بھی بیان کی گئی ہے:

> " اگر مینیا یا ڈپریشن کا دورہ بہت شدید ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ مریض کو ایسے خیالات آنے لگیں یا تجربات ہونے لگیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔جو مریض مینیا میں ہو اسے ایسا لگتا ہے **کہ وہ کوئی بہت بڑی ہستی ہے مثلاً پیغمبر ہے اور اسے کسی عظیم مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے۔**"

www.rcpsych.ac.uk/healthadvice/translations/urdu/bipolaraffectivedisorder.aspx

اس کے علاوہ ایک پاکستانی سائنس کے استاد سے منسوب ایک تحریر میں حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے حضرت اسمعیلؑ کو ذبح کرنے کی کوشش کا سبب بھی ایک دماغی خلل قرار دیا گیا تھا۔ اور اس اعتراض کی بنیاد یقیناً بخاری کی کوئی حدیث نہیں تھی۔ تو میری معترض صاحب سے گزارش ہے جب وہ یہ تحریر پڑھیں تو اس بارے ضرور لکھیں کہ نبی پاک ﷺ کا دعویٰ نبوت مینٹل ڈس آرڈر کا ساختشانہ نہیں تھا تاکہ میں اس ایمانی کرائسز سے نکل سکوں جس میں یہ تحریر پڑھ کر مبتلا

ہو گیا ہوں۔ اور سر سید صاحب نے وحی کی جو مجذوبانہ تفسیر امام بخاری کی روایت کو رد کرنے کے بعد کی ہے اس نے مجھے بھی نیم مجذوب تو بنا ہی دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆